ڈاکٹر نذیر احمد

قدیم ایرانی عناصر اُردو ادب میں
(۳)

ایرانی، تورانی، ساسانی

ایران پہلوی میں ایرانشتر تھا۔ شتر (شہر) بمعنی مملکت ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا دوسرا جز حذف ہوگیا۔

توران: دریائے آمو سے اُس پار کا علاقہ فریدوں نے اپنے بیٹے تور کو دیا تھا، اس بنا پر توران کے نام سے موسوم ہوا۔ تورانی اسی علاقہ کے رہنے والے کو کہتے ہیں۔

ساسان: اردشیر پسر بابک کا دادا تھا۔ وہ ایک اعلیٰ گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، اس کی شادی بازرنگی خاندان میں ہوئی تھی۔ وہ استخر میں اناہیذ (اناہیتا) کے معبد کا رئیس تھا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا رئیس منتخب ہوا تھا۔ ساسانی خاندان اس کی طرف منسوب ہے، اس خاندان کا بانی اردشیر ہے۔

اردشیر

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری (اقبال)

اقبال نے اردشیری کلمہ کو شاہنشاہی کا مترادف قرار دیا ہے اور اس طرح دوسرے ساسانی بادشاہ پرویز کو بھی وہ شہنشاہیت کا نمونہ قرار دیتے ہیں۔ اردشیر ساسانی خاندان کا بانی تھا۔ اس کا دادا ساسان استخر میں اناہیذ کے معبد کا رئیس تھا۔ اس کی وفات پر اردشیر کا باپ بابک اسی عہدے پر مامور ہوا۔ اس کے کئی بیٹے تھے جن میں شاپور اور ارتخشتر (اردشیر) قابلِ ذکر ہیں۔ اردشیر بہت حوصلہ مند تھا۔ اور باپ ہی کی زندگی میں مقامی بادشاہوں سے نبرد آزما رہ چکا تھا۔ مگر بابک کی وفات پر شاپور اس کا جانشین ہوا۔ اردشیر اپنے بھائی سے جنگ کرنے والا ہی تھا کہ دفعتہً شاپور کا انتقال ہوگیا۔ اردشیر نے کرمان اور خلیج فارس کے علاقے کو بھی جلد فتح کرلیا۔ اس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف ہوکر اشکانی بادشاہ نے اس پر حملہ کردیا۔ مگر ۲۲۴ء میں شاہ کو

شکست ہوئی اور اردشیر کا طیسفون پر قبضہ ہو گیا - پھر وہ شہنشاہ ایران کا لقب اختیار کر کے دوسری فتوحات کی طرف متوجہ ہوا - اس نے آذربائیجان اور آرمینیہ فتح کیا، پھر سیستان، ابہرشیر (خراسان) مرگیانا (مرو)، خوارزم اور باختر کو زیر کر کے ایک عظیم الشان سلطنت کو قائم کیا - اس طرح ہنخامنشی سلطنت کے ساڑھے پانچسو سال بعد دوبارہ اہلِ فارس نے تمام ایران کے لوگوں پر اپنا تسلّط قائم کیا اور ایک نئی مشرقی سلطنت وجود میں آئی جو سلطنت روما کے دوش بدوش چلتی رہی - اور ایک ایسا تمدّن سامنے آیا جو اشکانی تمدن کا تسلسل نہیں، بلکہ اس کا تکملہ تھا -

اردشیر کا انتقال ۲۴۱ء میں ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا شاپور اوّل تخت نشین ہوا - مرورِ زمان سے اردشیر کے گرد افسانے کا ایک ہالہ پیدا ہو گیا اور داستان "کارنامک ارتخشتر پاپکان" میں جو اردشیر سے متعلق ہے، افسانۂ شاہ کوروش بزرگ کے متعدد خط و خال پائے جاتے ہیں -

بہرام[1]

ساسانی بادشاہوں میں بہرام کا نام سب سے مشہور اور شاندار بادشاہ بہرام گور ہے - وہ یزدگرد اوّل (م - ۴۲۱ء) کا بیٹا اور جانشین اور نہایت ہردلعزیز بادشاہ تھا - اقوام شمالی اور دولتِ بازنطینی کے خلاف لڑائیوں میں بہادری کے جوہر اس نے دکھائے اس کے بہت سے قصّے مشہور ہیں اسی طرح اس کے شکار کے کارنامے اور عشق کی داستانیں بھی زبان زد خاص و عام ہیں - ان کارناموں اور داستانوں کو نہ صرف ادبیاتِ فارسی میں زندہ جاوید بنا دیا گیا ہے بلکہ صدیوں تک مصوّروں نے ان مضامین کو اپنی تصویروں میں دکھایا ہے - علاوہ بریں قالینوں اور پردوں میں بھی یہ تصویریں منقش کی گئی ہیں - وہ عربی میں شعر کہتا اور کئی زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا - موسیقی کا بید دلدادہ تھا - ایک افسانے کی رُو سے اس نے ہندوستان کے گویوں کو ایران بلوایا تھا - اس نے ۴۳۸ یا ۴۳۹ء میں وفات پائی - فردوسی نے طبعی موت لکھی ہے لیکن اکثر عربی مؤرخوں نے گورخر کے پیچھے گھوڑا دوڑانے اور کوئیں میں گرنے کو موت کا سبب قرار دیا ہے - عمر خیام کہتا ہے :

---

[1] اوستا ورثراغنہ پہلوی ورہرام ایک بڑے درجے کا ایزد جو اردی بہشت سے متعلق تھا - (دیکھیے مزدیسنا، ص ۲۵، اور برہان قاطع ۱ : ۲۴۴ حاشیہ - یہ نام ساسانی دَور میں مقبول تھا ہندوستانی مسلمانوں میں بھی خال خال پایا جاتا ہے -

بہرام کہ گور می گرفتی دائم — دیدی کہ چگونہ گور بہرام گرفت

نوشیرواں[1]

محبّت خویشتن بینی محبت خویشتن داری — محبت آستانِ قیصر وکسریٰ سے بے پروا (اقبال)

بیشۂ میں عدالت کے وہ شیر ہے تو شاہا — نوشیرواں کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو (ذوق)

کبھی آوارۂ بے خانماں عشق — کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق (اقبال)

اگرچہ اقبال کی اس تلمیح میں نوشیرواں کا ذکر ایک شہنشاہ کی حیثیت سے ہوا ہے لیکن مشرقی روایات میں وہ ایسا بادشاہ مانا گیا ہے جو عدل وانصاف کا نمونہ تھا۔ عربی اور فارسی مصنفین نے بے شمار حکایتیں بیان کی ہیں جو بادشاہ کی دادگستری کی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ نظام الملک نے نمونہ کے طور پر ایک بڑی حکایت لکھی ہے۔ دوسری حکایت مسعودی نے بیان کی ہے جسے بعد کے مصنفین نے دہرایا ہے بعض اور روایات بھی ہیں جو اکثر افسانہ آمیز ہیں تاہم ان سے اس بات کی حقیقت کھلتی ہے کہ خسرو کی انصاف پروری کی روایت بہت پرانی ہے۔

خسرو[2] اوّل کواذ (قباد) کا تیسرا بیٹا تھا۔ ۵۳۱ء میں تخت نشین ہوا اور ۵۷۹ء میں وفات پائی۔ وہ تاریخ میں انوشیرواں (انوشک رواں صاحب روح جاوید) کے نام سے مذکور ہے۔ اس کی آمد سے ساسانیوں کی تاریخ میں درخشاں ترین عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ مزدکیوں کی خطرناک بدعت کا خاتمہ اور ملک کے اندر امن وامان کا دور دورہ ہوا۔ پروفیسر کرسٹن سن نے "ایران بعہدِ ساسانیاں" کا آٹھواں باب[3] اسی بادشاہ کے کارناموں پر وقف کیا ہے جس کے مطالب یہ ہیں۔

شاہی اقتدار کا استحکام، معاشرتی نظام کا از سرِ نو قیام، اصلاحِ مالیات، فوجی اصلاح روم کے ساتھ جنگ، ہیتالی اور ترک، یمن کی فتح، خسرو کی شخصیت، انوشگ زاد کی سرکوبی، پایۂ تخت اور محلّات شاہی اور نظامِ حکومت کی تفصیل، آدابِ دربار، امتیازات وخطابات وسیاست،

---

[1] نوشیرواں کا نام خسرو تھا۔ اس کا معرب کسروی یعنی کسریٰ ہے

[2] مزید دیکھیے ص ۲۳۶، ۲۶۶ — [3] ص: ۴۱۴

ادبی اور فلسفیانہ تمدن کا شاندار عہد تعلیم و تربیت و علوم طب اور برزویہ حکیم، مذہب پر فلسفہ کا رنگ، ہندوستان کا ادبی اثر، زرتشت کا انحطاط وغیرہ۔

خسرو اوّل انوشروان کے عہد میں ایک طرف یونانیت کا احیا ہوا تو دوسری طرف ایرانیوں کی ذہنی زندگی پر ہندوستان کے تمدّن کا بھی اثر پڑا۔ پہلوی کی ایک چھوٹی کتاب "ماد یگان چترنگ" میں ایک روایت سے ظاہر ہے کہ شطرنج کا کھیل ہندوستان سے اسی زمانے میں آیا۔ متعدد ہندوستانی کتابیں پہلوی میں ترجمہ ہوئیں۔ ان میں ایک بدھی افسانہ "بلوہر و بوذاسف" ہے جس کی اصل تو ضائع ہو گئی لیکن عربی ترجمہ موجود ہے۔ اس کے سُریانی ترجمے سے یونانی افسانہ موسوم بہ "برلام و یوآسف" ماخوذ ہے۔ اس سے بھی زیادہ مشہور کتاب "کلیلک، دھنگ" ہے جو سنسکرت پنچ تنتر کا ترجمہ ہے۔ اس کا مترجم برزویہ طبیب تھا۔ مختصر یہ کہ انوشروان کا عہد ساسانیوں کی تاریخ میں ایک نہایت درخشاں زمانہ ہے۔ ایران کو اس عہد میں وہ عظمت حاصل ہوئی جو شاپور اوّل و دوم کے دَور میں بھی اسے نصیب نہ ہوئی تھی۔ ادب و تہذیب کی ترقی نے اس کو چار چاند لگا دیئے۔

خسرو پرویز

یہ اُردو ادب کا دلچسپ موضوع ہے۔ اس کی شہنشاہیت، اس کی دولت، اس کا عیش، اس کے جھوٹے عشق وغیرہ بیانات سے اردو کا دامن مالامال ہے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

سنجیدنی ہے ایک طرف رنج کوہکن
خوابِ گرانِ خسرو پرویز یک طرف (غالب)

تکلف برطرف، فرہاد اور اتنی سبکدستی
خیال آسان تھا لیکن خواب خسرو نے گرانی کی "

ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے
بے ستوں خواب گرانِ خسرو پرویز ہے "

عشق و مزدوری عشرت گہِ خسرو کیا خوب
ہم کو تسلیم نکو نامیِ فرہاد نہیں "

اقبال نے پرویز کی تلمیح کو نئے نئے رنگ سے ہم آشنا کیا ہے۔

اس مردِ خود آگاہ و خدا دوست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہِ جم و پرویز

وہ ضرب اگر کوہ شکن ہو بھی تو کیا ہے
جس سے متزلزل نہ ہوئی دولتِ پرویز

فرہاد کی خارا شکنی زندہ ہے اب تک
باقی نہیں دنیا میں ملوکیتِ پرویز

فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی
بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی
کیا ہے اس نے فقیروں کو وارثِ پرویز

گو فقر بھی رکھتا ہے اندازِ ملوکانہ
ناپختہ ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز

تیشے کی کوئی گردش تقدیر کو دیکھے
سیراب ہے پرویز جگر تشنہ ہے فرہاد

تھا یہ اللہ کا فرماں کہ شکوہِ پرویز
دو قلندر کو، کہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی (اقبال)

خسروِ پرویز (پہلوی اپرویز) ساسانی خاندان کا جلیل القدر بادشاہ تھا، وہ ہرمزد کا بیٹا اور نوشیروان کا پوتا تھا۔ اپنے باپ کے قتل کے بعد ۵۹۰ء میں تخت نشین ہوا مگر چند ہی دنوں میں بہرام چوبین نے اسے نکال دیا۔ خسرو قیصر روم کے پاس چلا گیا اور اس کی مدد سے بہرام کو زیر کیا۔ اس نے ۶۱۲ء میں روم پر حملہ کیا۔ اور انطاکیہ، دمشق اور یروشلم کو فتح کر لیا۔ پھر اسکندریہ اور مصر کے بعض حصوں کو زیر کیا۔ ۶۱۵ء کے قریب خسرو کی طاقت بامِ عروج پر تھی۔ ۶۲۳ء

میں قیصر روم ہرقل نے ایشیائے کوچک کو دوبارہ فتح کیا۔ اور گنزک کو فتح کرکے آتشکدۂ آذرگشنسپ کو برباد کر ڈالا۔ ۶۲۸ء میں دستگرد کے شاہی قصر پر قبضہ کرکے طیسفون پر حملہ کی تیاری کرنے لگا۔ خسرو پایۂ تخت چھوڑ کر کسی محفوظ جگہ چلا گیا۔ لیکن تھوڑی ہی مدت بعد ایک بغاوت میں مارا گیا۔

خسرو نے اپنی سلطنت کو کچھ عرصے تک ایسی شان و شوکت سے بہرہ ور رکھا جو اسے ساسانیوں کی تاریخ میں اب تک نصیب نہیں ہوئی تھی۔ طبری کی ایک روایت ہے کہ بہادری، دُور اندیشی اور جنگی فتوحات میں ایرانی بادشاہوں میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ اس کی طاقت، اس کی فتوحات، اس کی دولت و ثروت اور اس کے خزانے میں وہ عظمت و شان تھی جو کسی دوسرے بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اس کو ابرویز (مظفر) کہتے تھے۔

شیریں

اردو اور فارسی شعر کی مقبول ترین تلمیح ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مرگِ شیریں ہوگئی تھی کوہکن کی فکر میں
تھا حریرِ سنگ سے قطع کفن کی فکر میں

کوہکن گرسنہ مزدورِ طربگاہِ رقیب
بیستوں آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں

کوہکن نقاش یک تمثالِ شیریں تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ہمسخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے (غالب)

خسرو پرویز جنسِ لطیف کا دلدادہ تھا، اس کے حرم میں عورتوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس کی چہیتی بیوی شیریں تھی جس کو ثعالبی نے گلزارِ حُسن اور رشکِ ماہ لکھا ہے۔ وہ عیسائی تھی۔

---

[1] ایران بعہد ساسانیاں، ص ۶۳۰، ۶۳۱۔

اس لیے بہت سے مشرقی اور مغربی مورخوں نے اس کو رومی بتلایا ہے لیکن اس کا نام شیریں ایرانی ہے اور بقول مورخ سیبوئس وہ خوزستان کی رہنے والی تھی۔ خسرو نے اپنے عہد کے آغاز میں اس سے شادی کی تھی اور وہ آخر تک بادشاہ کے مزاج پر حاوی رہی۔ حالانکہ وہ بازنطینی شاہزادی ماریہ سے کمتر تھی۔

خسرو اور شیریں کے عشق کے افسانے بہت جلد وجود میں آ گئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطنتِ ساسانی کے خاتمے سے پہلے ہی اس مضمون پر کئی ایک داستانیں مقبولِ عام ہو چکی تھیں جن کے متفرق اجزا "خوذای نامک" کے عربی و فارسی ترجموں میں داخل ہو گئے۔ مثلاً ثعالبی اور فردوسی نے شیریں کے ان حیلوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے ایک بیوفا عاشق کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کیے۔ اور پھر خسرو کے ساتھ شادی کی تفصیل لکھی ہے۔ آگے چل کر انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ کس طرح خسرو نے اپنی انوکھی تدبیروں سے امرا کو خاموش کیا جو اس حسین عورت کے ساتھ اس کی شادی پر برہم ہو رہے تھے۔ فرہاد اسی شیریں کا عاشق تھا۔

شبدیز[1]

خسرو پرویز کا مشہور گھوڑا تھا۔ یہ خسرو کو اس قدر عزیز تھا کہ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ جو شخص اس کے مرنے کی خبر مجھ کو دے گا میں اس کو مروا دوں گا۔ جب گھوڑا مر گیا تو داروغہ اصطبل خوفزدہ ہوا اور اس نے بادشاہ کے گویّے باربد کی طرف رجوع کیا۔ اس نے بادشاہ کے سامنے ایسا گیت گایا جس نے کنایۃً گھوڑے کے المناک واقعہ کی خبر دی۔ خسرو چلا اٹھا کہ اے بدبخت شاید شبدیز مر گیا ہے۔ گویا فوراً بول اٹھا بادشاہ خود ہی فرماتے ہیں۔ بادشاہ کہنے لگا بہت خوب! تو نے اپنے آپ کو بھی بچا لیا اور دوسرے شخص کو بھی۔ اس قصے کو جو الہمدانی اور ثعالبی کے یہاں بیان ہوا ہے۔ اس سے پہلے عربی شاعر خالد الفیاض اپنے اشعار میں نظم کر چکا تھا[2]۔ "برہان قاطع"[3] میں ہے کہ جب شبدیز مر گیا تو خسرو نے کفن دفن

---

[1] شب دیز۔ شب دیس، شب رنگ، دیز رنگ سیاہ کو کہتے ہیں۔ (برہان ۹۱۲، ۱۲۴۴)

[2] ایران بعہد ساسانیان، ص ۶۲۱-۶۲۲ [3] ایضاً ص ۱۲۴۴۔

کیا اور اس کی تصویر ایک پتھر پر کندہ کرائی اور جب اس تصویر کو دیکھتا تو روتا - اردو شاعری میں اس کا ذکر آیا ہے ۔ سودا کہتے ہیں :

شبدیز ہے ، اندیشۂ گلگوں ہے تری طبع
شکر ہیں مضامین ترے ، شیریں تری تقریر

ذوق کا شعر : ہوا شبدیزِ فلک سیر پہ دولہا جو سوار
روز نے صدقہ کیا اشہب و شب نے ادہم

گلگوں

شیریں کے گھوڑے کا نام تھا ۔ "برہان قاطع" کی روایت[1] یہ ہے :

"گلگوں و شبدیز دو اسب بودند زادۂ مادیان دشت ، ابلکہ و آں مادیان را جفت نبود ۔ در آں دشت اسبے بود از سنگ ساختہ و ہرگاہ آں مادیان را ذوقی بہم مے رسید خود بآں اسب سنگی می کشید بقدرتِ خدا آں مادیان بار مے گرفت ۔"

یہ روایت نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو و شیریں"[2] سے مستفاد ہے :

کہ زیر دامن ایں دیر غاری ست | در و سنگی سیہ گونی سواری ست
ز دشت رم کلہ در ہر قرانی | بگشن آید نکاور مادیانی
بفرمانِ خدا زو گشن گیرد | خدا گشتی شگفتی در پذیرد
ہر آن کرہ کزان تخمش بود بار | ز دوران تک برد وز باد رفتار
چنیں گوید ہمیدون مرد فرہنگ | کہ شبدیز آمدست از نسل آن سنگ

اردو ادبیات میں یہ تلمیح کثرت سے آئی ہے ۔ مثلاً :

شرارِ سنگ سے یاد رہا گلگونِ شیریں ہے
ہنوز اسے تیشۂ فرہاد عرضِ آتشیں پائی (غالب)

ہے جلوے میں یہ اس گلگوں کے دم داری کا لطف
جوں پون بہنے سے لہراتا ہو سروِ بوستاں (سودا)

---

[1] ص ۱۸۲۰
[2] ص ۵۷ - حاشیہ برہان ص ۱۸۴

شمشیر تو یہ کچھ ہے کہ جس کو کیا میں عرض

گلگوں ترا سو ہے یہ جمالِ پری وشاں (سودا)

رُو برو ہے اگر آئینہ کے اس گلگوں کو

پھینک دے چڑھ کے جو تو شوق سے بے غربتک "

اتنے عرصے میں پھر آوے کہ اسے باور کر

عکس بھی آئینہ سے ہونے نہ پاوے منفک "

جہاں کے باغ میں نقاش ترے گلگوں کے

جو چاہیں شکل بنادیں تو کیا کریں تدبیر "

ترکش لگا کے دینے کو تصحیحۂ بہار

گلگوں پہ اپنے ترک ہزار اہو اسوار "

گلگوں ترے کی وصف میں کیا کیا بیاں کریں

گرد اس کے کھینچے جب گل رنگ حنا حصار "

صحنِ چمن میں گلگوں گر تیرے زیرِ راں ہو

ہر گل پیادہ ہو کر "وان طرقو" کناں ہو "

سوداؔ نے اس کو مطلق گھوڑے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

ذوقؔ کہتے ہیں:

گلگوں نشۂ مے گلگوں پہ ہو مرا

پابوس آسمان روش حلقۂ رکاب

گنج گراں مایہ

حُسن کا گنج گراں مایہ تجھے مل جاتا

تُو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل (اقبال)

اس میں اشارہ ہے خسرو پرویز کے خزانے کا۔ دولت پرویز کا ذکر اقبال اور دوسرے شعرا کے

ل اس میں چین اور ہندوستان کا خزانہ جمع ہوتا تھا۔ (ایران بعہد ساسانیاں، ص ۶۲۸)

متعدد اشعار میں برابر ملتا ہے۔ فردوسی کی رُو سے خسرو پرویز کے سات مشہور خزانے یہ تھے:

۱۔ گنج عروس[1]، ۲۔ گنج بادآورد[2]، ۳۔ دیبۂ خسروی، ۴۔ گنج افراسیاب[3]، ۵۔ گنج سوختہ ۶۔ گنج خضرا، ۷۔ گنج شادورد۔

"برہان قاطع" میں اس کے خزانوں کی تعداد کئی بار آٹھ بتائی گئی ہے۔ آٹھویں خزانے کا نام گنج بار[4] لکھا ہے لیکن اس کی تشریح کے ذیل میں اس کا دوسرا نام گنج شادآورد بھی لکھا ہے اور آگے بڑھ کر شادآورد[5] کی الگ تشریح بھی کر دی ہے اور کرسٹن سن نے گنج گاد کو اس کا خزانہ بتایا ہے۔[6]

ترنج زر اور طلائے دست افشار

نہ نکلے کان سے فولاد تا ابد ہرگز
عجب نہیں ہے بغیر از طلائے دست افشار (سودا)

تھا ترنج زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پر کہاں بُو باس
آم کو دیکھتا اگر یک بار — پھینک دیتا طلائے دست افشار (غالب)

---

[1] اس میں چین اور ہندوستان کا خزانہ جمع ہوتا تھا۔ (ایران بعہدِ ساسانیاں ص ۶۲۷)

[2] ذوق نے اپنے دیوانِ اردو کے فارسی قطعے میں اس کا نام بادآورد لکھا ہے (ص ۲۷۴۔ اس کا نام گنج باد۔ گنج بادآورد اور گنج شائیگاں بھی بتایا گیا ہے۔ بادآورد کی پہلوی شکل گزواذآورد ہے۔ (دیکھیے برہان ۱۸۳۸) جس وقت ایرانیوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو رومیوں نے شہر کی دولت کشتیوں پر لاد دی تھی۔ مگر بادِ مخالف ان کشتیوں کو ڈھکیل کر ایرانیوں کی طرف لے گئی۔ یہ بے اندازہ دولت طیسفون بھیج دی گئی اور اس کا نام گنج بادآورد رکھا۔ (ایران بعہدِ ساسانیاں ص ۶۲۶)

[3] یہ افراسیاب کی طرف منسوب ہے۔ (برہان ص ۱۸۳)

[4] برہان ص ۱۸۳۹ [5] ایضاً ۱۸۴۰

[6] برہان نے اس کا نام گنج گاوان، اور گنج گاؤ میش بھی لکھا ہے اور اس کو جمشید کا خزانہ بتایا ہے۔ جو بہرام گور کے ہاتھ لگا تھا۔ شاہنامہ میں بھی ہے: بہنگام جم چیل سخن راندند۔ درا گنج گاوان ہمی خواندند۔ (برہان ۱۸۴۰ خ) لیکن کرسٹن سن نے ثعالبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کو سکندر نے دفن کرایا تھا جو ایک کسان کے ذریعہ خسرو پرویز کے ہاتھ آیا تھا۔ (ایران بعہدِ ساسانیاں ص ۶۲۶)

دست افشار اور مشت افشار ہم معنی ہیں۔ اس لیے اس کو طلائے مشت افشار اور زر دست افشار و زر مشت افشار بھی کہتے ہیں۔ ابوریحان بیرونی نے "کتاب الجماہر"[1] میں لکھا ہے کہ ذہب المستفشار کے بارے میں گمان یہ ہے کہ نرمی کی وجہ سے نام دیا گیا تھا اور ایرانی بادشاہوں کے زمانے میں سیاسی وجہ سے اس کا عام آدمیوں کا استعمال میں لانا ممنوع تھا۔ صرف بادشاہوں کے لیے وہ سونا مخصوص تھا۔ حمزہ[2] کا بیان ہے :

"سبیکہ کرہ ای از طلاے معلول بود کہ پادشاہان در بدست گرفتن آن ولعی داشتند۔ چنانکہ اکنون مخلفہ معمول است وچون آن را بدست می گرفتند۔ طلا از میان انگشتان مانند عصارہ ای جاری میشد۔"

مجمل التواریخ والقصص[3] میں ہے :

"در خسرو پرویز (ابود) زر مشت افشار کہ بر آن مہر نہادی و برسان موم بود"

کریسٹن سن[4] نے بھی لکھا ہے :

"خسرو کے پاس جو بیش بہا اور کسی قدر افسانوی نوعیت کی چیزیں تھیں۔ ان میں ...... ایک سونے کا ٹکڑا تھا۔ جس کا وزن دو سو مثقال تھا اور موم کی طرح نرم تھا کہ دبانے سے مختلف شکلوں میں لایا جاسکتا تھا۔"

ان سب بیانات کو فرہنگ نویسوں[5] کے بیان سے ملانے سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ زر دشت افشار خسرو پرویز کے لیے مخصوص تھا۔ اسی کا بنا ہوا ترنج وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ ذیل کے اشعار قابلِ ملاحظہ ہیں :

زر مشت افشار بودی بوسۂ او دا بہا   سیلت آورد و سراپہ زر مشت افشار شد   (سوزنی)

---

[1] کتاب الجماہر ص ۲۳۴، برہان قاطع ص ۲۰۱۱ حاشیہ ۳، مجلۂ دانشکدۂ ادبیات ۳ : ۴ ص ۲۳۔

[2] کتاب الجماہر ص ۲۳۵ میں یہ بیان درج ہے۔ نیز دیکھیے برہان و مجلہ (ایضاً)

[3] ص ۸۱، برہان قاطع ص ۲۰۱۱۔ حاشیہ ۳

[4] ایران بعہد ساسانیان، ص ۶۲۷۔

[5] مثلاً دیکھیے برہان و آنندراج ذیل دست افشار و مشت افشار

کسریٰ[1] و ترنج زر پرویز و ترہ زرین — بر باد شدہ یکسر باخاک شدہ یکساں (خاقانی)

ترنج زر دست افشار پرویز جہاں بینی (عرفی)

باربد

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسرو (اقبال)

غلغلہ اندر محفلِ مستاں وجد میں خیل بادہ پرستاں
نغمہ طرازاں باربد آسا چنگ نوازاں شکلِ نکیسا (ذوق)

پہلے شعر میں خسرو پرویز کے دور کے رواج موسیقی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے دربار میں دو بڑے استاد گویے تھے، ایک سرکش، دوسرا باربد[2]۔ مشہور ہے کہ ایرانی موسیقی کا موجد باربد ہے۔ دراصل ایران کی موسیقی بہت زیادہ پرانی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس استاد نے ساسانیوں کی موسیقی پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ "برہان قاطع" میں وہ تیس لحن مذکور ہیں جو باربد نے خسرو کو سنانے کے لیے ایجاد کیے تھے۔ ان کے نام کچھ تبدیلیوں کے ساتھ نظامی نے "خسرو شیریں" میں دیے ہیں۔ ثعالبی نے لکھا ہے کہ باربد خسروانیات کا موجد تھا جن کو گویے اب بادشاہوں کی مجلسوں میں گاتے ہیں۔ ایک اور روایت سے باربد نے ۳۶۰ راگنیاں ایجاد کی تھیں تاکہ ہر روز ایک نئی راگنی سنا سکے۔

نکیسا

خسرو کے عہد کا ایک اور گویا نکیسا تھا، بعض لوگوں نے خسروانیات کی ایجاد کا سہرا اس کے سر باندھا ہے۔ نظامی نے "خسرو شیریں" میں اس کا کئی بار تذکرہ کیا ہے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] خاقانی نے کسریٰ (نوشیروان) کی طرف ترنج زر کو منسوب کیا ہے۔ آذر کیوانی سلسلے کی ایک کتاب "زردست افشار" نامی موبد سروش نے لکھی تھی جو طبع ہو چکی ہے۔

[2] اس لفظ کی یہ مختلف صورتیں ہیں۔ باربذ، بہلبذ، فہلبذ، پہلبد وغیرہ۔ باربذ کے سلسلے میں۔ دیکھیے ایران بعہد ساسانیاں، ص ۴۲۹ — ۴۵۲ —